

بزرگانِ دین لوگوں کو دین کا راستہ بتاتے رہے

بعد میں اہلِ ہوس نے ان کے نام پر بدعات و رسومات جاری کر دیں

قرآن و سنّت کا تارک

بزرگوں کا نافرمان اور دین سے باغی ہے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

"خبردار، بے شک جو اللہ کے دوست ہیں انہیں کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

حضرات گرامی! آج کل لاہور کے مشہور بزرگ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جنہیں لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں ان کا عرس منایا جا رہا ہے۔ اسلام میں تو اس طرح کے ڈھول ڈھمکے اور بزرگانِ دین کے نام پر من مانی رسمیں ایجاد کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اسلام کے ان جلیل القدر فرزندوں اولیاء کرام نے لوگوں سے کبھی کہا کہ وہ دین کے خلاف بدعات و رسومات کی راہ پر چل نکلیں۔ اسلام بڑا سادہ، سنجیدہ اور باوقار دین ہے — بزرگانِ دین اولیاء امّت اور علماء حق اسی دین کے مبلّغ اور شیدائی تھے۔ محبوب کبریا حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ سچے عاشق تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے مرشد و آقاؐ کی سنّت اور طریقوں کو چھوڑ کر کسی اور چیز پر عمل کرتے۔ انہوں نے اسی چیز کو دین مانا جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کی اور اسی بات کو برحق سمجھا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ائمہ کبار سے ثابت تھی اگر وہ لوگوں کی خواہشات اور رسومات کو کار ثواب اور باعث اجر قرار دیتے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا اپنے پیروکاروں کو سبق نہ دیتے تو آج یہاں دین کا نام و نشان نہ ہوتا۔ اللہ کے قرآن اور اللہ کے نبی کی سنّت مطہرہ پر عمل کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت فریدالدین شکر گنجؒ، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اور جتنے بھی بزرگانِ دین اس برصغیر یا دنیا کے کسی بھی خطہ میں گذرے ہیں ہم تمام کو موحد، حق پرست، دینِ

حضرت سیّد علی ہجویریؒ

عالم بھی تھے اور عامل بھی وہ دین کے لئے لاہور آئے۔ شریعت اسلامی کے نور سے کفر کی ظلمت کا مقابلہ کیا۔ اللہ کی توحید کا درس دیتے رہے۔ لوگ آج ان کی تعلیمات اور خدمات کو بھول بیٹھے ہیں

حق کے سچے علمبردار اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے عالم اور عامل مانتے ہیں ان اولیاء اللہ کی راہ قرآن کی راہ ہے ان کا راستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کا راستہ ہے۔ جو بدنصیب قرآن سے دُور رہے اللہ کے پاک نبیؐ کی سنّت کو نہیں مانتا وہ دین کا باغی ہے خدا کا نافرمان ہے اور بزرگانِ دین اولیاء کرام کا بھی منکر ہے اگر دین کا، قرآن کا، سنتِ نبویؐ کا مخالف کوئی شخص بزرگانِ دین سے محبت کے نعرے لگاتا ہے تو وہ مخلوقِ خدا کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے اس کا دعوائے محبت نامقبول، اس کا ایمان بارگاہِ الٰہی میں نامنظور ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں، اپنے محبوب پیغمبرؐ کی تعلیمات کا مذاق اڑانے والوں اور اولیاء امّت علماء ربانیین کے نام پر دھوکہ بازی اور فتنہ پردازی کرنے والوں کو جنّت میں جانے دے ــــ یہ ہندوؤں کی طرح سر پر بودی رکھنے، سادھوؤں کی طرح رنگ برنگے کپڑے پہننے اور پاؤں میں گھنگرو باندھ کر ڈھول کی تھاپ پر ناچنے کا دین سے کوئی تعلق ہے نہ بزرگانِ دین سے ــــ کسی صحابیؓ نے ایسی مضحکہ خیز اور لایعنی حرکت کبھی نہیں کی۔ اگر یہ دین ہے اور اگر یہ ثواب کا کام ہے تو صحابہؓ نے کیوں نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اور صحابہ کرام رضؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہیں بتایا۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، عمر فاروق رضؓ، عثمان غنی رضؓ، علی مرتضیٰؓ یا کسی اور صحابیؓ نے کبھی یہ قوالی اور طبلہ سارنگی بجائی تھی؟ کبھی نہیں قطعاً نہیں جو کام اللہ کے نبیؐ نے نہیں کیا، آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو کرنے کا حکم نہیں دیا وہ دین نہیں ہے، جو دین نہیں وہ اللہ کو ناراض کرنے کا کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید علی ہجویری جیسے بزرگان دین کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ان کے اصل پیغام دین کی اتباع کو چھوڑ کر لوگوں نے مشرکانہ اعمال اور منفعت بخش کاروباری رسومات کو دین کا درجہ دے دیا اور دین کے جھوٹے علمبردار، مصلحت پرست دنیادار وعظ فروشوں نے اپنا ایک فرقہ بنا کر ترک سنّت بدعات و رسومات اور دین سے جاہل لوگوں کی مرغوبات کو دین کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا ملعون کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے دنیا پرست پیر اور مولوی بھی اسی لئے خدا کے غصّہ اور غضب کا نشانہ بنے تھے کہ وہ دنیا اور دنیا والوں کی خاطر دین کو بدل دیتے تھے حق کو چھپاتے اور لوگوں کی پسندیدہ باتوں کو جائز قرار دے کر اپنی دولت اور مقبولیت

میں اضافہ کرنے کی فکر میں رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ــــ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط (ترجمہ) اے ایمان والو! بہت سے مولوی اور پیر فقیر باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔"

یہ گیارھویں پارے میں سورۂ توبہ کی چونتیسویں آیت ہے جس میں اہل ایمان کو ان دنیا پرست اور دین فروش عالموں اور پیروں سے خبردار کیا گیا ہے اور ان کی نشانی یہ بتائی گئی کہ یہ لوگ حرام خور ہیں اور دنیا کو اللہ کی راہ سے یعنی دین سے روکتے ہیں۔ اب آپ اپنے ہاں خود ہی اندازہ لگائیں کہ یہ شیطان کی فوج جس نے بظاہر دین کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے کس کس روپ اور رنگ میں سرگرم عمل ہے۔ مگر آج کا مسلمان چونکہ دین سے بہت دور جا چکا ہے وہ سمجھ لیتا ہے شاید مصیبتوں اور دکھوں میں اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا اور اس عیار گروہ کے افراد دعائیں دیتے ہوئے لوگوں کے گھروں میں گھس جاتے ہیں، مصیبت زدہ اور سادہ انسان سمجھتا ہے شاید اس کے گھر میں رحمت کا فرشتہ آ گیا ہے ــــ عورتیں زیادہ تر بہت جلد ان کی معتقد ہو جاتی ہیں۔ پھر گھر اجڑتے ہیں جادو اور ٹونے ــــ چڑھاوے اور قوالیاں ہوتی ہیں بیویاں اور بیٹیاں اغوا ہوتی ہیں پھر پتہ چلتا ہے کہ از خود چلا آنے والا بے دین 'بزرگ' بزرگ نہیں بلکہ انسان کے لبادے میں کوئی درندہ صفت شیطان تھا۔

یاد رکھئے! یہ نہ خود بچیں گے اور نہ ان کے ماننے والے۔ ایک دن آئے گا جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائیگا دین بیچ کر دنیا کو گمراہ کر کے اکٹھی کی ہوئی دولت جہنم کے عذاب میں کھینچ کر لے جائیگی جو آیت پڑھی گئی ہے اس میں آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"اور جو لوگ (یعنی یہ دنیا کے بھوکے پیر اور مولوی اور جو بھی دوسرے لوگ) سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن کہ یہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں داغی جائیں گی (انہیں بتایا جائے گا کہ) یہ وہی (مال) ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع

اولیاء اللہ

کی تعلیمات مشرکانہ نہیں تھیں ــــ اگر وہ قرآن و سنّت کے خلاف چلتے تو آج یہاں دین کا نام نہ ہوتا۔ ڈھول ڈھمکے اور ساز و سرود کا دین سے کوئی تعلق ہے نہ بزرگانِ دین سے۔ بزرگوں کے مزارات پر یہ خرافات بڑا دھوکہ ہیں۔

بہ ممکن ہی نہیں کہ دین کے دشمنوں، حضورؐ کی سنت کا مذاق اڑانے والوں اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کو مسخ کر کے دنیا کو شرک و بدعت کی راہ پر چلانے والوں کو اللہ تعالےٰ اپنی جنت میں جانے دے

رحمۃ اللہ علیہ بڑے عجیب پیرائے میں اس حقیقت کو بیان فرمایا کرتے تھے ارشاد فرماتے "جب یہودیوں کا عالم توارت کو غلط رنگ میں پیش کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں کا پادری انجیل کو غلط انداز میں پیش کرنے پر کافر قرار پاتا ہے تو قرآن حکیم کو اپنی دنیاوی اغراض کے تحت استعمال کرنے، مسلمانوں کو گمراہ کرنے، لوگوں کا مال لوٹنے اور دین کا چہرہ بگاڑنے پر مسلمانوں کا مذہبی روحانی پیشوا مسلمان کیسے رہ سکتا ہے۔

یہ مداہنت اور منافقت و جہالت کا راستہ شیطان کا بتایا ہوا ہے۔ اولیاء اللہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ دین کے عالم بھی تھے اور عامل بھی، مقتدایانِ طریقت بھی تھے اور امامانِ شریعت بھی۔ انہوں نے قرآن و سنت کے نور سے کفر کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو اتباع شریعت

(باقی آئندہ)

کرتے تھے۔"

اب آپ ہی غور فرمائیں کہ مختلف حیلوں بہانوں اور خوبصورت اذہیب نما رسموں کے ذریعہ لوگوں سے مال و اشیاء حاصل کرنا دین کے نام پر لوگوں کو بے بنیاد رواجوں میں لگانا اور قرآن و سنّت کے مطابق عمل کرنے یا کرانے کا فکر اور شوق بھی نہ ہونا جنّت میں کیسے لے جائیگا۔ جہنم کے عذاب سے کیسے بچائے گا اور جو لوگ دین کے نام پر بزرگانِ دین سے محبّت کے جھوٹے دعووں کی آڑ میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ دنیا جمع کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہاں ان کا دین اور کہاں ان کا ایمان۔ جو بارگاہِ الہٰی میں شرفِ قبولیت پا سکے۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی

ہندوؤں کی طرح سر پر چوٹی رکھنے، سادھوؤں کی طرح رنگ برنگے کپڑے پہننے اور پاؤں میں گھنگرو باندھ کر ڈھول کی تھاپ پر ناچنے کا اخلاق و شرافت اور بزرگانِ دین سے کوئی واسطہ نہیں

جو کام اللہ کے نبیؐ نے نہیں کیا، اپنے صحابہؓ کو جس کے کرنے کا حکم نہیں دیا وہ دین نہیں ہے۔ جو دین نہیں ہے وہ اللہ کو راضی کرنے کا نہیں ناراض کرنے کا ذریعہ ہے



حق کے نور کو اہلِ باطل مٹا دینا چاہتے ہیں

شیطان کے جال میں وہی لوگ پھنستے ہیں جو علماء ربانیین کے تربیت یافتہ اور اہل اللہ کے اصلاح یافتہ نہ ہوں

بزرگانِ دین کی اصل کرامت

یہ ہے کہ انسان کو سچا خدا پرست بنا دیتے ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۵ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۵

ترجمہ: "اللہ ایمان والوں کا ولی (یعنی مددگار) ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ولی (یعنی دوست اور مددگار) سرکش اور عیّار شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکال لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔"

حضرات گرامی! اللہ تعالےٰ کا کروڑہا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اور اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امّتی بنایا۔ دنیا میں جب ہر طرف کفر و شرک کا اندھیرا ہی اندھیرا پھیلا ہوا تھا حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی توحید کا نمونہ لے کر مبعوث ہوئے۔ یہ نور قیامت تک دنیا میں باقی رہے گا۔ کسی بھی عہد کے مشرک اور کافر اپنی تمامتر کوششوں کے باوجود نور توحید کو ختم نہ کر سکیں گے۔

سیّدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے قبر پرستی کی تلقین نہیں کی

اور نہ ہی

حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے لاہور والوں سے کہا کہ ان کے نام کی نذر و نیاز دیا کریں

نور توحید اور عرفان شریعت کا سلسلہ شفیع الامم جمیل الشیم

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر و منوّر سے جڑا ہُوا ہے۔ جس قلب اطہر پر قرآن پاک نازل ہُوا اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت اور نور کا یہی قلب اطہر و مطہر، مرکز و منبع ہے۔ اللہ کی پوری کائنات میں جہاں کہیں بھی حق و صداقت کی بات ہوتی ہے وہ اسی منبع و مرکز کا فیضان اور نورِ حق کی تجلی ہے۔ بدعقیدہ اور دشمنانِ حق چاہتے ہیں کہ پہلے کی طرح دنیا میں پھر مکمل طور پر شرک اور گمراہی کی ظلمت و تاریکی چھا جائے اور دین حق کا نور بجھ جائے مگر اللہ تعالےٰ اپنے دین کے نور کو نہیں بجھنے دیں گے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

گم کردہ راہ انسان اور شیطان دنیا میں اپنا شر و فساد پھیلانے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ جہاں بھی ممکن ہو وہ موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کمزور عقیدہ اور دین سے کم تعلق رکھنے والوں کے دلوں اور دماغوں پر اپنے دجل و تلبیس کا جادو چلا کر انہیں گمراہی اور کفر کی تاریکی میں کھینچ لے جانے کی کوشش کرتے ہیں ان شریر جنّوں کو دین حق کے نور سے حسد ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جنّوں اور انسانوں میں موجود ان شیطانوں کی وسوسہ اندازیوں سے بچنے کے لئے اس ذات کی پناہ میں آؤ۔ جو انسانوں کا رب ہے، مالک ہے اور معبود برحق ہے۔ وہی تمہیں شرِ شیاطین اور فسادِ مفسدین سے بچا کر نورِ ہدایت اور ہمیشہ کی جنّتیں اور نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ اللہ کے دین اور نورِ ہدایت کو عام کرنے والے علماءِ حق اور اولیاءِ امت ہیں شیطان کے جال میں وہی لوگ پھنستے ہیں جو علماءِ ربانیین کے تربیت یافتہ اور اہل اللہ کے اصلاح یافتہ نہ ہوں۔ شیاطین اور طاغوت کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے وہ دام ہمرنگ زمین پھیلاتے ہیں پھر عقل و فکر سے عاری اور دینی تعلیم سے تہی دامن لوگ اسے نجات کا دروازہ سمجھ کر ان کے جال میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ شیطان اور اس کے اعوان نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں بزرگانِ دین سے بے پناہ عقیدت و محبت ہے اور بزرگانِ دین ہی لوگوں کو خداپرستی اور اتباع قرآن و سنّت کی راہ دکھاتے ہیں تو اس نے انہی بزرگوں کی قبور پر سجدے شروع کرا دئے منّتوں اور غیراللہ کے نام کی نذر و نیاز کی اتنی خوبصورت اقسام ایجاد کروا دیں، کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہوگیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہوں یا حضرت سیّد علی ہجویریؒ یہ عالمانِ ربانی اور دین و شریعت کے مبلّغین و متبعین تھے۔ نہ تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لوگوں کو قبرپرستی کی تلقین کی اور نہ ہی حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے لاہور والوں سے

تب گنج بخش ہوں نہ رنج بخش — حضرت سید علی ہجویری

جو مُردوں کے نام کا کھائے اس کا دل زندہ نہیں رہ سکتا

کہا کہ تم میرے نام کی نذر و نیاز دیا کرنا، میرے مزار پر آ کر چادریں چڑھانا اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا میں تمہاری مشکلات اور پریشانیاں دور کر دوں گا یا مال و دولت کے خزانے بخش دوں گا۔ ارشاد فرمایا کرتے تھے "مَیں گنج بخش ہوں نہ رنج بخش" ہاں جو چیز انہوں نے اپنے ماننے والوں کو عطا کی وہ تھا اللہ پر یقین اور توکّل و بھروسہ، ہدایت کا نور اور دین کا علم، معرفتِ حق اور خلوص و للّٰہیت۔ بزرگان دین کی اصل کرامت اور بزرگی یہی ہے کہ دلوں میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ پر ایمان اور اس کی نعمتوں کی قدر و منزلت پیدا کر کے سچا خداپرست بنا دیتے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کل قیامت کے روز اگر یہ کہہ دیا جائے کہ پیاس کی شدّت اور بے قراری دور کرنے کے لئے ایک پیالہ پانی کا جو تم نے پیا تمہاری ستّر سال کی عبادت اور زہد و ریاضت بھی ہماری اس نعمت کا بدلہ نہیں ہے، تو اللہ تعالےٰ کو اس کا حق ہے۔

اندازہ فرمائیں جب اس قدر انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتوں کا قدرشناس ہو تو وہ اللہ سے غافل کیسے رہ سکتا ہے۔ وہ اپنی پیشانی کو اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے کیسے جھکا سکتا ہے وہ دوسروں پر بھلائی اور احسان کر کے کیسے یہ کہے گا کہ تم میرے احسان کے بدلے میں خدا کی نہیں میری عبادت شروع کر دو، میرے نام کی نذر و نیاز دیا کرو۔ اللہ والے تو اللہ سے بھی دنیا نہیں مانگتے وہ دنیا والوں سے کیوں مانگیں گے۔ سید علی ہجویریؒ کا پورا نام سید علی ابوالحسن بن عثمان الہجویری ہے۔ لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں ایک بزرگ احمد سرخسی کو ایک واقعہ پیش آیا وہ فرماتے ہیں مَیں مطمئن تھا کہ غریبوں محتاجوں کی مدد کرتا ہوں جہاں تک استطاعت اور ہمت ہو بھوکوں کو اپنا کھانا بھی کھلا دیتا ہوں لیکن ایک مرتبہ مَیں نے جنگل میں دیکھا کہ پہاڑ سے ایک شیر اترا اس نے اونٹ کا شکار کیا اور واپس پہاڑ پر جا کر دھاڑنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگل کے بھوکے جانور ہر طرف سے آ نکلے۔ سب نے شیر کا کیا ہُوا شکار سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے تو شیر پہاڑ سے نیچے اتر آیا مگر اس نے دیکھا کہ ایک لنگڑی اور دبلی پتلی لومڑی چلی آ رہی ہے شیر پہاڑ پر چڑھ گیا

آج کی سنگدلی اور دین سے غفلت

قیامت کے روز

اللہ تعالےٰ کی نظرِ کرم سے محرومی کا

ذریعہ بن جائے گی

چڑھ گیا۔ جب لومڑی بھی چلی گئی تو شیر نے دوسروں کا بچا ہوا آ کر کھایا۔ سیّد علی ہجویری رح کہتے ہیں کہ جتنا کام کر کے تو مطمئن ہو جاتا ہے اتنا کام تو جنگل کا یہ شیر بھی کر لیتا ہے تیرا کام صرف یہ نہیں ہے۔ بلکہ تیرا فریضہ اصل یہ ہے کہ لوگوں کو معرفت حق اور دین کی اتباع سکھائے تاکہ وہ اپنے ایمانوں کی حفاظت کر سکیں اور شیطان کے فریب کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

ہندوستان میں غیراللہ کی پرستش تو پہلے سے ہوتی تھی، مشرک ہندو ہر فائدہ مند چیز کی پوجا کرتے تھے۔ سورج دیوتا، چاند دیوتا، پتھر کی مورتیوں، پیپل، برگد کے درختوں، آگ، پانی اور گائے، سانپ وغیرہ کی عام پرستش کی جاتی تھی۔ حضرت سیّد علی ہجویری رح جیسے بزرگوں نے ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا ماننے اور صرف اسی کی بارگاہ میں جھکنے اور سجدہ کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ جو لوگ آج ان برگزیدہ ہستیوں کے نام پر خرافات کرتے ہیں ذرا سوچیں کہ دنیا کو اگر انہوں نے بھی غیر اللہ کی پرستش و عبادت (نعوذ باللہ) سکھائی ہے وہ اللہ والے تو نہ ہوتے یہ کام تو لوگ پہلے بھی کرتے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے غیراللہ کی پرستش سے لوگوں کو روکا تھا۔ محبّت و اخوّت اور اپنے اعلیٰ اخلاق سے اسلام کی تبلیغ کی۔ لاہور کا حاکم رائے راجو ان کے اخلاق و کردار سے اس قدر متاثر ہوا کہ یہ مسلمان ہو گیا اور اس ظلمت کدہ ہند میں اسلام کا نور چمکنے لگا اللہ کی توحید اور حق پرستی پہ لاکھوں انسان ایمان لائے اور حق پر قائم رہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کی تجلّی کا جب ظہور ہونے لگے گا تو حکم ہوگا کہ رب ذوالجلال کا دیدار کرنے کے لئے سجدہ کرو تو سب لوگ جو اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں چاہے وہ کسی بھی نبی کے امتی ہوں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی ذات مقدس کے دیدار کا شرف انہیں عطا فرمائیں گے۔ مگر مشرک اور کافر لوگ باوجود ارادہ کے سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی کمریں پتھر کی مانند ہو جائیں گی جھک نہ سکیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے دلوں کو دین کے مقابلہ

> حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
> "ہر نماز زندگی کی آخری نماز سمجھ کر ادا کرو"

> **ہڑپہ اور موہنجوڈارو کے آثار قدیمہ**
> **اللہ کے عذاب کا شکار ہونے والی**
> **گمراہ قوموں کی داستانِ عبرت سناتے ہیں**

میں پتھروں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً کر لیا تھا آج کی سنگدلی اور دین سے غفلت کل قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کی نظر کرم اور لطف و احسان سے محرومی کا باعث بن جائے گی۔ یہ پانچ وقت کی نماز آخرت کے اسی ایک سجدے کی تیاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نماز کو اپنی زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھو۔ مطلب یہی ہے کہ ہروقت تیار رہو، اللہ کا اور اللہ کی مخلوق کا حساب بیباق رکھو دنیا آنی جانی اور فانی ہے پتہ نہیں کب کس کو بلا لیا جائے۔ اللہ کی نافرمانی اللہ کے غصّہ اور عذاب کو دعوت دیتی ہے۔ یہ دنیا نیک لوگوں پہ اللہ کے فضل و کرم کے باعث باقی ہے۔ بیشمار قومیں اور ملّتیں تباہ و برباد کر کے نیست و نابود کر دی گئیں۔ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے یہ ہڑپہ اور موہنجوڈارو کے آثار قدیمہ ایسی ہی گمراہ قوموں کی داستانِ عبرت سناتے ہیں۔ وہاں غیراللہ کی پرستش اور اہلِ حق کی مخالفت ہوتی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ میں سوچتا تھا یہ آبادیاں کیوں زمین بوس ہوتی چلی گئیں میں کئی مرتبہ وہاں مراقب ہوا تو پتہ چلا کہ یہاں کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور نیک لوگوں کی دعوت کو جھٹلانے اور انہیں ستانے میں جب حد سے گزر گئے تو ان پہ اللہ تعالےٰ کا عذاب آیا اور تباہ کر دئے گئے۔ دوبارہ لوگ آباد ہوئے سینکڑوں سال بعد وہی کیفیت پیدا ہوئی تو پھر عذاب نازل ہوا۔ اب بھی وہاں جو آثار ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عقائد کے لحاظ سے وہاں کے لوگ شدید کفر و شرک میں مبتلا رہے ہیں۔ پتھروں کی صورتیں اور در و دیوار پر بنے ہوئے نقش و نگار بتلا رہے ہیں کہ بڑے لوگوں اور مذہبی پیشواؤں عورتوں اور مردوں کے اعضاء تک کی پرستش ہوتی تھی۔ مگر افسوس تو آج کے مسلمانوں پر ہے جو نام کے مسلمان رہ گئے ہیں کہ قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کے باوجود شرک و بدعات میں مبتلا ہیں۔ جو اللہ کے نیک بندے دنیا کو شرک سے روکتے رہے آج انہی کے نام کی منّتیں مانی جاتی ہیں اور ان کی قبور پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ یہ تو عام سادہ لوح لوگوں کا حال ہے اور بڑے مجرم وہ لوگ ہیں جو بزرگانِ دین کی قبور و مزارات بلکہ اب تو جو آدمی جس قبر

> **دینِ حق اللہ کا نور ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اپنی قبر اور آخرت کو منوّر کرے اسے چاہئے کہ دینِ حق کی روشنی میں زندگی کی راہ پر چلے، ورنہ کوئی طاغوت و شیطان کھینچ کر کفر و شرک کی تاریکی میں لے جائے گا۔**

پر چاہتا ہے جھنڈا لگا کر بیٹھ جاتا ہے پھر قبر کی کمائی کھاتا ہے۔ جو مردوں کے نام پر لے کر کھاتے اس کا دل کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ اقبالؒ نے سوال کیا ہے ؎

تم نکو نام ہو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

بہرحال دینِ حق اللہ کا نور ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اپنی قبر اور آخرت کو منوّر کرے اسے چاہیئے کہ دینِ حق کی روشنی میں زندگی کی راہ پر چلے ورنہ کوئی طاغوت و شیطان کھینچ کر کفر و شرک کی تاریکی میں لے جائے گا۔ دین سے واقفیت رکھنے والے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ اللہ تعالےٰ ہر انسان کو ہدایت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو شعبدہ باز، چرب زبان اور دنیا پرست طاغوت کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین!

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

بقیہ: مجلس ذکر

اور آپس میں محبت و اخوت کا درس دیا۔ ان کی تعلیمات مشرکانہ نہیں تھیں۔ انہوں نے کسی سے نہیں کہا کہ اپنی مصیبتوں اور تکالیف کے دور کرنے کے لئے اللہ کے بجائے ہمیں پکارا کرو۔ اللہ والوں کی عظمت قیامت تک قائم رہے گی ان کی عظمت دین کی عظمت سے وابستہ ہے۔ دین کا باغی اولیاء اللہ کی عظمت کا ڈاکو ہے۔

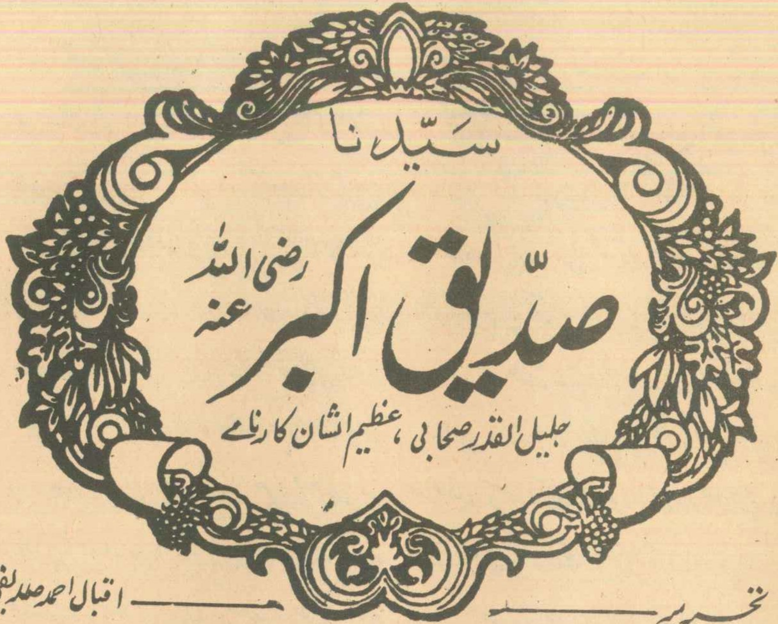
حضرت سید علی ہجویریؒ اپنا وطن گھربار چھوڑ کر دین کے لئے لاہور آئے تھے۔ اللہ نے ان کی عظمت کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اسلامی شریعت اور قرآن کی تبلیغ ان صوفیاء عظام اور اولیاء کرام ہی نے کی تھی یہ ملنگوں، افیونیوں اور ڈھول کی تھاپ پر ناچنے والوں کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ان بزرگانِ دین کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے اور ان کے نام پر دین و شریعت کے خلاف ہنگامۂ طاؤس و رباب اور رسوم و بدعات برپا کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

بقیہ: صدیق اکبرؓ

کا جسد اطہر رکھا ہوا تھا، اور بارگاہ صدیقی میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کا ایمان سراپا خلوص تھا۔ اے ابوبکرؓ! اللہ تعالےٰ آپ کو اسلام کی طرف سے، اس کے رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے، تمام فرزندانِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے وقت کی صورت حال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: "رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا خلیفہ عطا فرما کر ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہم برباد ہو گئے ہوتے۔"



تحریر ——— اقبال احمد صدیقی

سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی گرامی شخصیت کو تاریخ اسلام میں جو نمایاں مقام اور اہمیت حاصل ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ والد بزرگوار کا نام ابوقحافہ بن عامر آٹھویں پشت میں آپ کا نسب آقائے دو جہاں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبِ پاک سے جا ملتا ہے۔ جس خانوادے میں ولادت ہوئی بلاشبہ اس کا شمار پہلے ہی سے شرفائے مکّہ میں ہوتا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ اسلام سے قبل سردارانِ قریش میں شامل تھے۔ اس وقت آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور رحمۃ للعالمین نے عبداللہ نام رکھا اور آپ العتیق کے لقب سے مشہور ہوئے رب کعبہ کا کرم خاص شامل حال تھا۔ اس لئے شہرت مزید ناموں سے بھی مائل بہ عروج رہی ——— خلیفۃ الرسولؐ، یارِ غار، عاشقِ رسولؐ، صدیق اکبرؓ۔ سبھی طرح یہ جلیل القدر صحابی شہرت دوام رکھتے ہیں۔

سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال اور چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔ قبول اسلام سے پہلے ہی آقائے دو جہاں کی خدمت اور رفاقت کا شرف حاصل ہو گیا تھا۔ مشرف بہ اسلام ہوئے تو اس شان سے کہ پورا خاندان دائرۂ اسلام میں آ کر جان نثارِ رسالتؐ بن گیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ غزواتِ نبویؐ اور روزمرہ کے معمولات میں رفیقِ رسولؐ رہے۔ اپنی لاڈلی صاحبزادی عائشہ صدیقہؓ کو سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں دیا ———

صدیق اکبرؓ کا پیشہ تجارت تھا اللہ تعالےٰ نے خوشحالی اور آسودہ حالی عطا کی تھی لیکن دین حق کی راہ میں، جہاد میں مستحقین کی امداد کے لئے جب ضرورت پڑی کمال فراخ دلی اور جود و سخا کا مظاہرہ کرتے رہے۔ ۲۷ صفر ۱ھ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تو صرف ایک رفیق حضرت ابوبکرؓ ہی ان کے ہم سفر تھے۔

۱۱ھ ماہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں وفات پائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسی دن بعد ظہر سقیفہ بنی ساعدہ میں بالاتفاق خلیفہ منتخب ہوئے۔ دو سال تین ماہ اور دس دن منصب خلافت پر فائز رہنے کے بعد ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو بعد مغرب بعمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اس مختصر دورِ خلافت میں جو عظیم الشان کارنامے سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خدا داد ذہانت، غیر معمولی صلاحیت اور زبردست قوت ارادی سے انجام دئے۔ اُن کا اندازہ لگانے کے لئے

عام فہم و فراست سراسر قاصر ہے ایک طوفان بلاخیز تھا جو سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے فوراً بعد اٹھا۔ قبائلی عصبیت، لسانی اور خاندانی آویزش، مہاجر اور انصار کے سوال پر بحث مباحثہ، سب سے بڑھ کر نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی یورش، فتنۂ ارتداد اور انکار زکوٰۃ یہ سب معمولی مسائل نہ تھے۔ لیکن امیرالمومنین سیدنا صدیق اکبرؓ کسی فتنے اور سازش سے نہ خائف ہوئے، نہ گھبرائے۔ وقتی مصلحت پر کوئی اصول قربان کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ جیش اسامہؓ سے لے کر وصولی زکوٰۃ تک انہوں نے اپنے قریب ترین رفقاء سے واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ہرگز ایسے کسی شخص کو معاف نہیں کریں گے، ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے لازم قرار نہ دیا ہو۔

ایک طرف مسیلمہ کذّاب اور دوسرے جھوٹے دعویدارانِ نبوّت کا قلع قمع، اور ان سے کسی قسم کی مصالحت کرنے سے صاف انکار، تاآنکہ اس فتنۂ ارتداد اور جھوٹی نبوّت کا سر مکمل طور پر کچل دیا جائے وہ چین سے نہ بیٹھے اور ساتھ ہی مملکت اسلامی میں متواتر وسعت اور اضافہ جاری رہا۔ مؤرخین اور محققین نے انتہائی حیرت سے یہ اعداد و شمار لکھے ہیں کہ حضور سرور کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانۂ رسالت میں جو اسلامی قلمرو موجود تھی اس میں سوا دو سال کے عہد صدیقی میں ۷۵ ہزار آٹھ سو مربع میل کا اضافہ ہوا۔ یعنی اوسطاً ہر چوبیس گھنٹے میں ڈیڑھ سو کلومیٹر (۹۴ مربع میل) کی رفتار سے مملکت اسلامیہ میں وسعت ہوتی رہی خلافت صدیقی کے آٹھ سو سات دن میں تقریباً ۷۶ ہزار مربع میل کا یہ اضافہ یقیناً اس طرح ممکن ہو سکا اور اسلام کی فلاحی مملکت منتشر ہونے سے محفوظ رہی کہ خلیفۃ الرسول صدیق اکبرؓ نے نہ صرف فتنۂ ارتداد اور منکرین زکوٰۃ پر فراست سے قابو پا لیا بلکہ طلیحہ بن اسود الاسدی، سجاح بنت الحارث بن سوید، تغلبی (نبیّہ) اسود بن کعب العنسی، خویلد بن مصیبح القیبی، مسیلمہ ابن حبیب الکذاب، صاحب قلعہ یمامہ جیسے جھوٹے، سراسر افترا پرداز اور سرکش مدعیانِ نبوّت کو تہ تیغ کر دیا اُن کی نجس و ناپاک ذرّیات کا نام و نشان نہ رہا۔ پھر کسی کو خاتم النبیین، رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت پر دعوائے جانشینی کی جسارت نہ ہوتی، گستاخی کی ہمت نہ ہو سکی۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے

تھے ایک تیغ کشیدہ عدو وقت جہاں
وگرنہ دل کے بہت ہی رقیق تھے صدیقؓ

حضرت اُسید بن صفوان رضی اللہ عنہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں روایت کرتے ہیں کہ :۔

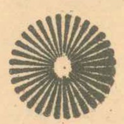
”جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رحلت فرمائی تو ان کے جسد اطہر پر ایک چادر ڈال دی گئی اور مدینہ طیبّہ کی فضا نالہ و فغاں سے لرز اٹھی لوگوں پر وہی دہشت طاری ہو گئی جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ ارتحال پر طاری ہوئی تھی۔ سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آنسوؤں کا مینہ برساتے ہوئے اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون کا وِرد کرتے ہوئے یہ فرما رہے تھے۔ صد حیف! آج نبوّت کی خلافت ختم ہو گئی سیّدنا علیؓ اس مکان کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے جس میں حضرت صدیق اکبرؓ

(باقی ۱۴ پر)

حکومتِ الٰہیہ یعنی خلافت



ترتیب: انتظار حسین اسعد قادری



حکومت کا مقصد اور بنیاد

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی فضیلت یہ ہے کہ وہ صحیح علم اور عاملانہ تدبیر کی وجہ سے معراجِ کمال پر پہنچ کر حکومت الٰہی کی نیابت یعنی ”اطاعت“ کو پورا کرتا ہے۔ حکومت نام ہے باہمی تنظیم، رقبہ، وفاق اور صلاحیت مند افراد کا۔

” انسانیت کی باہمی تنظیم کے لیے روئے زمین نے رقبہ کا کام کیا ہے۔ نظریہ وحدت الٰہی نے وفاق کو تقویت دی اور انبیاءؑ کی مقدس جماعت نے صلاحیت مند افراد کی ذمہ داریاں پوری کیں تو کائنات میں ایک عالمگیر حکومت بنی جس کا احکم الحاکمین اللہ رب کائنات ہے۔“

اسی فلسفہ کو ارسطو نے ان الفاظ میں واضح کیا کہ:

” دنیا ایک باغ ہے حکومت اس کا باغبان اور قانون کے بل پر یہ زندہ ہے۔ قانون ایک سیاست ہے۔ حکمران اس کو چلاتا ہے۔ حکمران ایک ناظم ہے اور فوج اس کی مددگار۔ فوج کی اعانت بذریعہ مال یعنی سرمایہ سے کی جاتی ہے جو رعا سے جمع کیا جاتا ہے۔ رعیّت ایک غلام ہے جو انصاف کے سائے میں بستی ہے اور انصاف ایسا جوہر ہے جس کے سہارے دنیا کا نظام قائم ہے۔“

مندرجہ بالا نظریات سے حکومت کی اساس متعیّن ہوئی کہ انسانیت کا اجتماع جو ایک تنظیم کے تحت منظم ہوتے ہیں اور اس تنظیم کی نگرانی حکمران کرتا ہے اب حکمران کے پیش نظر اگر غلبہ حیوانی ہے تو یہ حکومت ایک آمرانہ اور جابرانہ نظام کو جنم دے گی جس کو ڈکٹیٹر شپ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر اس کے مدنظر صلاحیت عامہ اور فلاح نامہ ہے تو وہ محتاج ہے کہ اس کے لیے کچھ اس طرح کے قانون نافذ کرے جو صلاحیت عامہ اور فلاح نامہ کے آئینہ دار ہوں اور حقیقتاً حکومت کا مقصد اور منشا بھی یہی ہوتا ہے جس کو افلاطون ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے کہ:

”حکومت کی خوبی یہ ہے کہ اس کے دائرہ میں قوم کے ہر فرد کو وہ درجہ حاصل ہو جس کا وہ مستحق ہے اور جس کے تحت اس کی استعداد منظر عام پر آ سکے نیز قوم کا ہر فرد ایک احتیاج اور ضرورت رکھتا ہے جس کو پورا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے“۔

اور یہی بات قانون کے عظیم اسلامی عالم علامہ ابوالبقاءؒ نے چند الفاظ میں سمیٹ دی کہ:

”حکومت، حکم اور امتناعی حکم کی صورت میں ایسا تصرف ہے جس کا مقصد و منشاء اصلاح ہے“۔

تو اب ایک اسلامی حکومت کا مقصد متعین ہو گیا کہ حکمرانی صرف وہی کرے جس سے صلاحیت عامہ اور فلاح نامہ کا اظہار ہو۔ مزید وضاحت کے لیے علامہ ابوالحسن الماوردی کا نظریہ ملاحظہ

کریں۔ لکھتے ہیں کہ:

"دنیا یعنی حکومت کی بہتری دو صورتوں میں معتبر ہو سکتی ہے کہ حکمران دُنیا کی مجموعی شیرازہ بندی کرے اور مملکت کے ہر فرد کی انفرادی بہتری میں قوم کی اصلاح اور افراد کے بگاڑ میں قوم کا بگاڑ ہے۔"

جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حکومت کا اصل مقصود اصلاح اور افراد کی بہتری ہے تو اب یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو جائے گی۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نعم الشی الامارۃ کیوں فرمایا تھا اور حضرت ابوذر غفاریؓ کی بات سے یہ چیز اور واضح ہو گی کہ:

"حکومت اتنی اچھی ہے کہ اگر اس کی ذمہ داریوں کو پورا کیا جائے تو وہ امانت کے برابر درجہ حاصل کر لیتی ہے۔"

گویا حکومت فی نفسہٖ ایک بہتر اور اچھی چیز ہے کہ اگر اس کا مقصد صلاحیت عامہ اور فلاح تامہ ہو۔ اسی کا ذکر خلیفہ رسول ﷺ اللہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ابتدائی خطبہ میں کر دیا کہ "حکومت کا اصل مقصد کمزور کو اس کے حقوق دلانا اور طاقتور کو ظلم وجبر اور استبداد سے روکنا ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباسات سے حکومت کی ضرورت، اہمیت اور بھی واضح ہو گئی۔ کیونکہ انسان فطری طور پر اقتدار ذاتی اور غلبہ حیوانی کی پالیسی پر گامزن ہوتا ہے اور اگر انسانیت کو یُوں ہی بے لگام چھوڑ دیا جائے تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اسی لئے تاریخ انسانیت کی ابتدا پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہو جائے گا ابو البشر حضرت آدمؑ کو پہلا عطیہ اور انعام علم الاشیاء ملا اور دوسرا انعام معاہدہ اطاعت۔ جو کہ حکومت انسانی کی غایت ہے۔ کیونکہ آدمؑ پہلے متمدن انسان، نبی اوّل اور پہلے رہنماء مذہب اور اس کے ساتھ ساتھ تنظیم معاشرہ کے بانی بھی ہیں اسی معاہدہ اطاعت کا تذکرہ قرآن مجید سورۂ بقرہ میں یوں ہے کہ:

"جب تمہارے پاس میری ہدایت (قانون) آئے تو اس پر عمل کرنے والے بے خوف و بے غم ہوں۔"

اسی معاہدہ کے تحت مسلمانوں کو بھی خالقِ کائنات کی طرف سے آسمانی قانون حکومت عطا ہُوا جس کو قرآن مجید کے نام تعبیر کیا گیا۔ اب اس مقام پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے جو اس مضمون کا اصل مقصد بھی ہے کہ حکومت کی ذمہ داری کن عناصر اور لوگوں پر ڈالی جائے اور ان کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوں۔

عناصرِ حکومت

عناصر حکومت کے بارے میں دورِ حاضر کے مفکر ژان ژوک روسو کا نظریہ تو یہ ہے کہ ہر آزاد حکومت کے صدور کے دو اسباب ہیں۔

(۱) ارادہ اور (۲) قوت

ارادہ حکومت کا تعیّن کرتا ہے اور قوت حکومت کو وجود میں لاتی ہے۔

ارادہ سے مراد اختیار قانون سازی اور قوت سے مراد عاملہ اختیار ہے" گویا حکومت ایک ترکیب ہے۔ ملکی قوت کے لیے ایک موزوں عامل اور کارفرما ہیئت سے۔ جو قوت کو ایک مرکز پر لاکر ارادہ اجتماعی کے مطابق استعمال کرے اور ایک فرمانروائے سلطنت درمیانی واسطہ کا کام دے۔ الحاصل حکومت فرماں روا نہیں بلکہ عامل اور کارندہ ہے اب اگر وہ فرمانروا اور سیاسی طاقت کا سربراہ اپنے آپ کو حکمران سمجھ لے اور امور سلطنت کو بلا شرکتِ غیرے اور بلامشورہ سرانجام دے تو یہ آمریت اور بدترین قسم کی ڈکٹیٹر شپ ہوگی اور اگر یہ سیاسی طاقت عوام کے ہاتھ میں ہو تو یہ جمہوریت کہلائے گی۔ اس بارے میں علامہ ابن تیمیہ کا نظریہ یہ ہے کہ:

"حکومت ایک تنظیم ہے اور اس کا فرد اعلیٰ حاکم کہلاتا ہے۔ اور اس تنظیم کے قیام کے لیے دو ستونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوت (۱)، امانت (۲)۔"

قوت سے مراد تو ظاہر ہے کہ وہ اجتماع جس کی تنظیم کر کے ایک دائرے میں ان کو جمع کر دیا گیا اور اس دائرے کو حکومت کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ مگر اس کا دوسرا ستون زیادہ اہم ہے اور وہ ہے امانت۔ کیونکہ فرد اعلیٰ یعنی حاکم ایمان دار نہ ہو تو مقصد حکومت نہ صرف یہ کہ فوت ہو جائے گا بلکہ مزید افرا تفری اور انتشار کا باعث ہوگا۔ قرآن کریم نے بھی تنظیم (حکومت) کے فرد اعلیٰ (حکمران) کو امین قرار دے کر یہ حکم دیا کہ:

"بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانت پہنچا دو اور جب فیصلہ کرنے لگو تو لوگوں میں فیصلہ انصاف سے کیا کرو۔" (النساء)

کیونکہ حکومت میں دو چیزیں ہیں۔ حفظ امانت (۱) اور حکم بالعدل (۲) تو تنظیم (حکومت) کے فرد اعلیٰ (حکمران) کو حاکم مطلق نہیں بلکہ خلیفہ اور نائب قرار دیا۔ (انبیاء)

حکومت ایک سنگین امانت ہے کہ نظریے کا اظہار حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہؒ نے یوں کیا۔

"حکومت کسی فرد بشر کا ذاتی فعل نہیں بلکہ ایک امانت ہے جس کا تحمل کرنے والا ایک برتر ذات یعنی اللہ کے سامنے جواب دہ اور عوام کے سامنے مسئول ہوتا ہے" اور اس کی تائید حضرت ابوذر غفاریؓ کے بیان سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "میں نے سیّد عالمؐ کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے حکومت کا کام سونپ دیا جائے تو ارشاد فرمایا انہا امانۃٌ گویا ایک اچھی حکومت کا عنصر مؤثر امانت اور انصاف ہے۔"

امیر المومنین فاروق اعظمؓ کا فرمان ہے کہ "جو شخص حکومت کی ذمہ داریوں کو مناسب صورت میں تقسیم نہیں کرتا وہ اللہ اور رسوؐل اور مسلمانوں کے حق اور ان کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔"

قرآن مجید عالمگیر ضابطہ حیات ہے

اس امانت کی ادائیگی اور خیانت سے بچنے کے لیے جو ضوابط اور اصول مقرر کیے گئے ان کے مجموعہ کا نام قرآن مجید ہے۔ کیونکہ ہم اسلام کے ناطے اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ "ہم سب مسلمان اللہ کے اطاعت گذار اور الٰہی حکومت کے علمبردار ہیں" اور اسی الٰہی حکومت کی رہنمائی کے لئے خاتم المعصومین علیہ السلام نے فرمایا کہ "تمام قوانین کے مقابلہ میں سب سے زیادہ واضح اور سچی کتاب قرآن مجید ہے۔" اب یہ ہماری کم علمی ہے کہ ہم نے مجموعہ قوانین کو عباداتِ مذہبیہ کی ایک کتاب سمجھ کر امور سلطنت میں اس سے لاتعلقی اختیار کر لی۔ جس کا نتیجہ گمراہی و ضلالت کی صورت میں رونما ہُوا۔ امام شاہ ولی اللہ اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ:

"قرآن مجید میں محض حرام و حلال کے ہی مسائل نہیں بلکہ معاملات، معاشیات اور سیاست و تمدن کے احکام بھی موجود ہیں جن کا مقصد وحید تمام نفوس، اقوام اور طبقات عالم کو متمدن بنانا ہے۔"

اور اسی امر قطعی کا اظہار اجلۂ صحابہؓ نے یوں فرمایا حسبنا کتاب اللہ اور عمل کے دوران یہ تبلایا کہ ــــ اگر اس قانونِ الٰہی کی وضاحت کی ضرورت پیش آئے تو پھر قانون سنت کے ذریعہ اس کی وضاحت کی جائے گی۔ قرآن مجید کی صحیح تفسیر سنتِ رسوؐل ہے اور قانون سنت کے مستند ہونے کی شہادت مقنّن اعظم خدا تعالیٰ نے ان الفاظ سے دی:۔

"کہ ہمارا نبی اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ نازل کردہ احکام ہیں۔ (النجم)

"جس نے رسوؐل کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔" (النساء)

اور سید الرسلؐ کا اپنا فرمان کہ:

"خبردار! مجھ کو یہ قرآن مجید اور

اتنا ہی اس کے علاوہ (علم قرآنی) عطا کیا گیا ہے۔" (مشکوٰۃ)

"تم پر میری سنت اور طریقہ لازم ہے۔" (مشکوٰۃ)

اس فلسفہ کو امام الہند شاہ ولی اللہ نے یوں واضح کیا کہ:

"نظامِ اسلام کا مدار قانون وسنت کی مقررہ حیثیت پر ہے کیونکہ اس کے اصول مسلمہ ہیں اگر قانون سنت کو نظرانداز کر دیا جائے تو ملی زوال کا اس سے بڑا سبب اور کوئی نہ ہوگا۔"

کردارِ صحابہؓ قرآن وسنت کی عملی تشریح ہے

ان دو بنیادوں کے بعد قانونِ الٰہی کی عملی تشریح عملِ صحابہؓ ہے "جن کو رضا کا مژدہ سُنا کر عالم میں ممتاز کیا۔" (البینۃ) اور پھر ان کے ایمان وعمل کو کسوٹی اور معیار قرار دیا (بقرہ) اور اس کا اعلان حبیبِ کبریاؐ نے یوں فرمایا کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہؓ کو تمام عالم میں سے چن لیا۔" (الموافقات للشاطبی)

"اور پھر اصحابی کالنجوم کہہ کر ان کا مقام ومرتبہ متعین کر دیا۔"

اس موقعہ پر ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ:

"صحابہؓ اپنے تشخص میں اجتماعی ہیئت کے سردار، امام اور قائد ہیں۔" اور یہ بات قانونی آثار اور سیاسی تشکیلات سے منظر عام پر آچکی ہے۔

اجماع

قانونِ صحابہ کے بعد چوتھا مرتبہ اجماع کا ہے یعنی کسی بات اور قانون پر علماء اُمّت کا مجتمع ہونا جس کی سند امام کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے ان الفاظ سے دی کہ:

لا یجتمع امتی علی الضلالۃ

حکومت یا خلافت

قانونی مدارج اور بنیادوں کے بعد باری حکومت یا خلافت کی تشکیل کیا ہوگی اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ اس دنیا میں حاکمیت اعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور انسانوں پر انسان کی حکومت نہیں ہوتی بلکہ انسانی معاشرہ کی تنظیم میں ایک سربراہِ اعلیٰ منتخب ہوتا ہے جو خلیفہ کہلاتا ہے، اس کی تنظیمی صلاحیت اور امور مملکت کی ادائیگی کو خلافت کہا جاتا ہے۔

انتخاب خلیفہ

اس خلیفہ کا انتخاب من جانب اللہ ہوتا ہے یہ نظریہ اسلامی کا دوسرا کلیہ ہے کہ ہر نبی وپیغمبر اپنے زمانہ میں خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے امام اعظم ہوتا ہے نبی کے ارتحال کے بعد تنظیمی امور کی انجام دہی کے لیے جس شخص کو منتخب یا نامزد کیا جاتا ہے۔ اس کو خلیفہ یا نائب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اسلامی حکومت میں اگر خلیفہ اپنا جانشین نامزد کر دے تو اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے یوشع بن نونؑ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا اور اگر نبی کی جانب سے نامزدگی نہ ہوئی ہو تو اُمّت جس شخص کا انتخاب کرے گی اس کی اطاعت بھی اُمت پر واجب ہوگی جس کی صراحت سیّد الکلؐ نے اپنے فرامینِ مبارکہ میں کر دی ہے۔

اسلام — عالمگیر مذہب

اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اس میں کسی ایک طریقہ انتخاب کو متعین نہیں کیا گیا حالانکہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چاہتے تو بالتفصیل دیگر احکام کی طرح اس کی صراحت فرما سکتے تھے مگر اس بات کو متعین نہ کر کے اس کے لیے چند ایک بنیادی ضابطے متعین کرا دئے جو کہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے بعد خلفاء کے انتخاب کی وجہ سے مسلمانانِ عالم کے لیے ایک نظیر اور نمونہ بن گئے کیونکہ ہر علاقہ وقوم کی چند ایک جداگانہ خصوصیات اور جداگانہ اصول و تمدن ہیں۔ اس تمدن ومعاشرت میں رہتے ہوئے وہ قوم ان اصولوں کی روشنی میں اپنے لیے ایک امیر منتخب کر لے گی اور پھر اس کی قیادت وامارت میں امور مملکت سرانجام دئے جائیں گے۔ (باقی آئندہ)

درسِ نظامی میں تغیّر وتبدّل کا مسئلہ



تحریر: حافظ اکرام اللہ جان، ناظم مدرسہ البنات سرڈھیری

۲۔ درسِ نظامی کی ابتدا کی طرح ہر محقق اور با اثر یہ چاہے گا کہ اُس کی تصنیف ضرور داخلِ نصاب ہو جس کی نظیریں اپنی ابتدائی مدرسی سے لے کر اب تک بارہا خوب دیکھیں، لیکن درسِ نظامی کو اللہ نے وہ مقبولیت عطا کر رکھی ہے کہ اُس میں عمومی کھپت کی گنجائش نہیں رہی۔

۳۔ مروجہ نصاب کی اتنی خدمت ہو چکی ہے شروح وحواشی ضرورت سے زیادہ لکھے جا چکے ہیں۔ متبدل نصاب کی اتنی خدمت کرنے والے میرے خیال میں اب پیدا نہ ہوں گے، اور اگر کچھ ہمّت والے آستینیں چڑھا بھی لیں تو جتنے شروح و حواشی درسِ نظامی سو برس میں لکھی گئی ہیں اس سے آدھی کے لیے کم از کم پچاس چاہئیں اور اتنی مدت میں اگر یہ سلسلہ جاری ہو گیا تو نہ معلوم کتنی تبدیلیاں اور پیدا ہوں گی۔

۴۔ میں دوسروں کو تو نہیں کہوں گا مگر اپنے شاگردوں کو جرأت کر کے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی استعدادیں جیسی ہیں وہ موجودہ نصاب کی کتب کو تو شروع وحواشی کی مدد سے کسی نہ کسی درجہ میں پڑھا لیں گے لیکن کوئی نئی کتاب جس کی نہ شرح ہو نہ حاشیہ، نو نوّے فیصد ایسے ہیں جو نہیں پڑھا سکتے۔ ایک شرح جامی کو لے لو کہ اس کی جگہ اگر ابن عقیل کو رکھ دی جائے جو مجھے بھی یاد ہے کہ میں نے اپنے خبط کے زمانہ میں نصاب میں تجویز کی تھی کہ اس کے پڑھانے والا اگر علمائے زمانہ کی توہین نہ ہو تو میرے خیال میں بہت مشکل سے ملے گا اس لیے کہ اس کی کوئی شرح نہیں ملے گی، اور شرح جامی کی اردو، عربی، فارسی بے حد شروح ملیں گی جو مدرسین حضرات سے دیکھی بھی نہ جائیں گی۔ یہ مدرسین کی نئی پود جن میں سے بہت تو اپنی سفارش اور وجاہت سے مدرس ہو گئے اور اُن کے پڑھنے کا زمانہ ہماری نگاہوں میں ہے۔ اردو کی شروح وحواشی دیکھ کر کچھ دال دلیہ کر سکتے ہیں۔ مگر جن کی کوئی شرح نہ ہو اُس کو اپنی تقریر کے زور سے اُڑا دیں تو ممکن ہے کہ بعض تو مدرسین جن کی تقریر شستہ ہو وہ اپنے اس زور سے چلا تو دیتے ہیں مگر جب خود نہیں سمجھے تو طالب علم کیا سمجھے گا۔

اس سے ایک بات ضمناً یہ بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ تبدیلیٔ نصاب کے حق میں ہیں مثلاً شرح جامی کی بجائے ابن عقیل تجویز کرتے ہیں اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں کو اپنے سطحی علم کی وجہ سے شرح جامی میں وہ کچھ نظر نہیں آیا جو کہ ابن عقیل میں آیا، یہی وجہ دیگر کتب کی تبدیلی کی بھی ہو سکتی ہے کہ درسِ نظامی کی کتب میں جو دقائق ہیں وہ سمجھ نہیں پاتے لہٰذا حکم لگا دیتے ہیں کہ یہ کتب بیکار ولغو ہیں حالانکہ قصور اپنا ہے نصاب کا قصور نہیں، ان کو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ:

؎ تو ہی ناداں چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

اسی طرح دوسرا گروہ ہے جسے ہم اغیار سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ لوگ یا تو درسِ نظامی کو بالکل ہی ختم کرنا چاہتے ہیں یا کم از کم اس میں تبدیلی لازمی خیال کرتے ہیں یہ طبقہ عام طور پر اُن حضرات کا ہے جو کہ جدید ذہنیت رکھتے ہیں اور وہ درسِ نظامی اور اس کی حقیقت سے

نا آشنا ہیں، عام طور پر یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مُلّوں کا نصاب ہے اور اس میں صرف مسئلے مسائل ہیں حالانکہ اُن کو معلوم نہیں کہ اُن کا سارے کا سارا علم درسِ نظامی کے ہزارہا صفحات میں سے چند ایک صفحات پر لکھا ہُوا ہے اور دیگر سے وہ بے گانہ ہیں۔

خیر جو بالکل اسے ختم کرنا چاہتے ہیں وہ حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہیں اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ اسی نصاب نے ہی شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، سرِ حلقۂ عشاق مولانا محمد زکریاؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع، رئیس المبلغین مولانا محمد الیاسؒ، محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ اور دیگر بے شمار گلہائے خنداں پیدا کئے جو کہ بیک وقت عظیم عالم، مجاہد، مبلّغ، مصلح، سیاستدان اور حکیم تھے۔

اگر یہ نصاب بے کار ہوتا تو ایسی ہستیاں کیسے ظہور میں آتیں۔ دوسری بیّن دلیل یہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرانے والا حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مشرقی پاکستان کا جھنڈا لہرانے والا مولانا ظفر احمد عثمانی اسی نصاب کے پیدا کردہ سپوت تھے۔

ایک جواب یہ ہے کہ جس کا فیصلہ ہم ان حضرات ہی کے ذمّہ چھوڑتے ہیں کہ بقولِ شما اگر پاک و ہند کے لاکھوں طلباء درسِ نظامی کو یکدم خیرباد کہہ دیں تو انہیں کیا کرنا ہوگا؟ یہ طلباء یا تو ڈاکٹر بنیں گے یا وکلاء اور یا پھر اساتذہ پروفیسر بنیں گے اس بارے میں ہم اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ پاکستان ماشاء اللہ پہلے ہی ڈاکٹروں، وکیلوں اور اساتذہ پروفیسروں میں خودکفیل ہو چکا ہے بلکہ ان لوگوں کی تعداد اندازِ کفالت سے بھی بڑھ چکی ہے جس کی بیّن دلیل آئے دن ان کا ہڑتالیں کرنا ہے کہ آج تنخواہیں بڑھا دو، آج بنیادی حقوق مہیا کرو وہ کرو وغیرہ وغیرہ، غور کیجیے اس تعداد میں ان کی کیا قدر ہے جبکہ علوم اسلامیہ کے تمام طالب علم بھی اس میدان میں آجائیں تو انصاف سے بتائیں کہ پھر ان بے چاروں کا کیا حال ہوگا، بقول کسے،

ع من زخود نالیدم تو نیز بر سرم اُفتی

اغیار کی ایک قسم وہ ہے جو کہ درسِ نظامی کو کُلّی طور پر ختم کرنا تو نہیں چاہتی مگر اس میں تبدیلی لازمی جانتی ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ آج نیا زمانہ ہے ہر آدمی زمانہ کی جدّت کے ساتھ ہم آہنگی چاہتا ہے ہماری خواہش ہے کہ ہمارے دینی بھائی بھی محروم نہ رہیں اس لئے ضروری ہے کہ درسِ نظامی میں ایسے علوم وفنون کا اضافہ کیا جائے جو کہ عصری تقاضوں کو پورا کرسکیں۔ ان حضرات سے ہم سے پوچھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ ہم آپ کے نصاب کو اپنالیں یا کچھ آپ کی اور کچھ اپنی کتابیں ملاکر ایک نصاب مرتب کرلیں آپ کیوں نہ اس طرح کے نصاب کو اپنا کر اپنے اس تصور کو عملی جامہ پہنا دیں، کیونکہ آپ کا مقصد ہی یہ ہے کہ ایک آدمی مُلّا و مسٹر دونوں بنے۔ لہٰذا آپ بن جائیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مستقبل میں جامع الکمالات بن کر کیا گل کھلاتے ہیں ہم تو بذاتِ خود اس طرح بننا پسند نہیں کرتے، کیونکہ ماضی میں جن لوگوں نے ایک ہی نصاب سے مُلّا و مسٹر دونوں بنانے کی کوشش کی ہے اُس نصاب سے مسٹر تو بڑے پیدا ہوئے مگر مُلّا کوئی نہیں بنا۔

درسِ نظامی میں تغیر و تبدل کی اس متنوع بحث کے بعد میں درسِ نظامی کے طلبائے کرام کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا کہ سابقہ مضمون سے یہ بات تاکیداً عیاں ہوتی ہے کہ درسِ نظامی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہو۔ مگر یہ بات سمجھنے کی ہے کہ درسِ نظامی کوئی منزّل من السماء نصاب نہیں کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دیگر کتاب کی ضرورت نہیں رہتی یا کسی دیگر کتاب کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہیے بلکہ جہاں تک ابتدائی

کتبِ صرف و نحو وغیرہ کا تعلق ہے تو اس کے ہوتے ہوئے واقعی کسی دوسری جانب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ رات دن اسی میں لگے رہنا چاہیئے کہ اگر بنیاد ہی کچھ رہ گئی تو ثریا تک دیوار کج جائے گی، اس لیے ان کتابوں میں محنت کی سخت ضرورت ہے یہی محنت ہر فن کی ابتدائی کتاب میں بھی نمایاں ہونا چاہیئے ہاں جب کتبِ متوسطہ یا مطوّلہ شروع ہوں تو پھر خارجی مطالعہ سے کچھ حرج نہیں بلکہ یہ مطالعہ بھی درسی کتابوں کے لیے ممدّ کی حیثیت سے ہو، اور اس حیثیت سے نہ ہو کہ اصل مقصد رہ کر ذہن و قلب دوسری جانب مشغول ہو، کہ علم کا تقاضہ یہی ہے کہ جب تک اس میں تن، من، دھن یک لخت مشغول نہ ہوں علم نصیب نہیں ہوتا، اور علم کا یہ مقولہ تو مشہور ہے کہ جب تک تو مجھے اپنے آپ سارے کا سارا نہ دے گا تب تک میں تجھے اپنا ذرّہ بھی نہ دوں گا، العلم لا یعطیك بعضه حتّٰی تعطیه کُلّكَ۔ لہٰذا اپنی بھرپور محنت و کاوش کے علاوہ خارجی مطالعہ اور درسی کتب کے لیے ممدّ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے اس مطالعہ میں جہاں ہم معاون کتب کا مطالعہ علم میں تنوع اور استعداد کو بڑھانے کے لیے کریں وہاں ہمیں اپنے اسلاف کی تاریخ کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے بلکہ یہ ایک امرِ ضروری ہے کہ درسِ نظامی کے ہر طالب علم کے ہاں اپنے اکابرین سے کسی ایک تاریخ کا باقاعدہ زیرِ مطالعہ رہنا چاہیئے، یہ کام ہمیں صحیح نصب العین کی طرف گامزونی میں مدد دے گا اور ہمارے ذہنوں کو اس لحاظ سے وسعت بخشے گا کہ بعد الفراغت صرف امامت، خطابت اور تدریس ہی کافی نہیں بلکہ عالم اسلام کی عظیم قیادت جو عرصۂ دراز سے تشنۂ کام ہے اور کسی مردِ باخدا کی چشم براہ ہے ہماری ہی منتظر ہے، جس طرح ہمارے اسلاف نے جہالت و توہمات کے خلاف برہنہ شمشیر ہو کر ہر قسم کا جہاد کیا تھا، ہمیں بھی ان کے ان نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔

رہی یہ بات کہ عصری علوم وفنون کا حاصل کرنا ہمارے حق میں کیسا ہے تو اگر عزیمت پر عمل کرنا ہے تو ان علوم سے اجتناب ہی بہتر ہے کہ انسان طبعی طور پر لالچی ہے اور اکثر پھسل جاتا ہے مگر سیکھنے میں بھی رخصت ہے کہ یہ علوم وفنون بذاتِ خود کوئی بُری چیز نہیں، اس باب میں اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ہمارا ان علوم وفنون کو سیکھنا حکومت کے تلوے چاٹنے کے لیے نہ ہو بلکہ یہاں بھی اسلام کی ترویج اور عالمِ اسلام کا جذبہ کارفرما ہو، اس لیے ان علوم وفنون کو اتنا سیکھنا چاہیئے جتنا کہ اپنے آپ پر اعتماد ہو کہ اصل مقصود فوت نہ ہوگا اور جب قدم ڈگمگانے لگ جائیں تو کلیۃً چھوڑ دینا چاہیئے۔

یہ کتنی بُری بات ہے کہ ایک طالب علم دس سال تک کسی دارالعلوم میں اللہ والوں کی صحبت میں رہے، یہ اللہ والے اپنی عمر و قوت دس سال تک اس لیے خرچ کریں کہ ہمارا یہ لختِ جگر جب اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہوگا، کچھ سمجھ بوجھ حاصل کرے گا تو دین اسلام کی خدمت کرے گا، اسی کے لیے جان کھپائے گا، اور اسی پر مرے گا، مگر جب فارغ ہو تو چند پیسوں کی خاطر سرکاری محکمہ میں چپراسی کے عہدہ پر نامزد ہو، اس شخص کی مثال اس ظالم سے دگرگوں نہیں جس کو ماں انتہائی محبت و شفقت سے پالے اور جب جوان ہو کر شادی کرلے تو بیوی کی خاطر ماں کو لات مار دے۔

اب تو ماشاء اللہ وفاق المدارس کی سند بھی ایم اے عربی و اسلامیات کے برابر ہوگئی ہے۔ کہ اب تو مدّعا کے حصول میں سہولت ہوگئی کہ یہی اسناد لے کر پیسہ کمانے کے لیے دنیا میں گھسیں گے اور بورڈ و یونیورسٹی وغیرہ کے چکر کاٹنے نہیں پڑیں گے ہمیں اس معادلہ پر رنج نہیں انتہائی خوشی ہے، خدا کرے کہ دورۂ حدیث کی سند پی ایچ ڈی کے برابر ہو، مگر یہ کہ ہم اپنے اسلاف کی روح کو بدنام کرنے والے نہ بنیں، جن کا شیوہ یہ تھا کہ ایسے موقع پر جہاں کہ تھوڑا سا بھی

(باقی ۲۵ پر)

سعادت و مسرت

مومن وہ ہے جس کا ہر عمل اللہ کے لئے ہو اس کا کوئی کام بن جائے تو خدائے قدوس کا شکر ادا کرتا ہے بنا ہوا بگڑ جائے تو صبر کا دامن تھام کر اپنے رب سے فضل و کرم کا سوال کرتا ہے۔ مال و دولت کی فراوانی اور فارغ البالی اسے متکبر نہیں بنا پاتی۔ غربت و افلاس، مسائل کے پہاڑ اور تنگدستی اسے رب العالمین کی رحمت سے مایوس نہیں کرتی۔ اس کی نمازیں اور دیگر عبادتیں، رنجشیں اور مسرتیں، کامیابیاں اور ناکامیاں، غم اور خوشیاں، مرنا اور جینا سب کچھ اللہ کے لئے ہوتا ہے وہ وہی کچھ کرتا ہے جس کے کرنے کا اللہ اور اس کے پاک پیغمبرؐ نے حکم دیا ہے اس لئے ہر عمل اس کے لئے اجر و ثواب کا موجب قرار پاتا ہے اس سے اللہ تعالےٰ بھی راضی اور اللہ کے برگزیدہ بندے بھی پیار کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں خانقاہ قادریہ راشدیہ شیرانوالہ دروازہ لاہور کے خادم ذی سعادت بھائی عبدالرشید کی لختِ جگر کی تقریب نکاح تھی کہ اچانک رات گئے امام الہدیٰ جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم بنفسِ نفیس تشریف لے آئے۔ صاحب خانہ اور شرکاءِ تقریب اپنی خوش بختی پر بارگاہِ ایزدی میں شکر گذار ہوئے ؎

ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

حضرت اقدس مدظلہٗ نے قرآن مجید اور دیگر ہدایا کے علاوہ اس موقعہ پر درج ذیل تحریری گلدستہ عطا فرمایا۔ جس کے پھولوں کی روح پرور خوشبو کبھی کم نہ ہوگی۔

باسمہٖ تعالیٰ

از یک آئینِ مسلمان زندہ است
پیکرِ ملت ز قرآں زندہ است

یہ جہان تغیر پذیر ہے کبھی مسرت و شادمانی ہے کبھی دکھ درد کی کہانی ہے اگر سوچ صحیح ہو تو انسان رنج کو بھی خوشی میں بدل دیتا ہے ورنہ خوشی بھی باعث تکلیف بن سکتی ہے اس بات کا اندازہ اس جملہ سے لگائیے کہ "بعض لوگ شاکی ہیں کہ پھولوں میں کانٹے چھپے ہوئے ہیں لیکن میں شاکر ہوں کہ کانٹوں کے ساتھ پھول بھی ہیں" دنیا میں ہر چیز کے روشن اور تاریک دو پہلو ہوتے ہیں اگر انسان روشن پہلو کو سامنے رکھے تو دوسرا پہلو خود بخود موقوف ہو جاتا ہے ایسے خوش بختوں کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ) (اگر شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا) یعنی اس کے انعامات کا شکر نماز روزہ حج و زکوٰۃ اور ذکر و تلاوت قرآن سے ادا کروگے تو اس کی رحمتیں بارش کی طرح برسیں گی اور دلوں کو چین نصیب ہوگا۔ (وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا) اور جو میری یاد سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی) قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے سے سیرت و کردار میں توازن پیدا ہوتا ہے عدل و اعتدال اور میانہ روی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ خوش اسلوبی کو اپنا شعار بناؤ زندگی کیف و سرور کا دوسرا نام ہے آنے والے لمحات کی قدر جانو اس کا استقبال خندہ پیشانی سے کرو امید کی شمع روشن رکھو یقین کو اپنے قلب میں جگہ دو مایوسی قریب نہ پھٹکنے دو، قناعت میں تونگری ہے اور حرص میں رنج و غم ہے، خدا کے سوا کبھی کسی سے حاجت طلب نہ کرو چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کے ساتھ ہمیشہ ادب سے پیش آؤ

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

نکتہ: درس نظامی

دنیائے دوں کی آلودگی سے آلودہ ہونے کا شائبہ تک ہوتا، بڑے سے بڑے منصب و عہدہ کو ٹھکرا دیتے اور بڑی بے نیازی سے کہہ دیتے۔

؎ برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ، کہ عنقا را بلند است آشیانہ،

ڈگریاں لینا بذاتِ خود قبیح نہیں بلکہ احسن ہے جبکہ اپنے اسلامی رنگ و تشخص اور ذہن و قلبی رجحان میں تبدیلی نہ آئے اور انسان اصل ڈگر سے نہ ہٹے، کہ پھر ایک روز اکبرالہ آبادیؒ کی روح ہماری طرف مخاطب ہو کر وہی کچھ کہے جو کہ انہوں نے کالج کے طلباء کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو جائز کہ غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو پر ایک سخن بندۂ عاجز کی رہی یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو،

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند
حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

سلسل البول

س: میرے والد صاحب کو کچھ عرصہ سے دن رات بار بار پیشاب آتا ہے جس پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ ہم نے ارد گرد اور شہر بھر کے قریباً تمام ڈاکٹروں اور حکیم صاحبان کا علاج کروایا۔ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ ایکسرے کرانے سے کوئی پتھری وغیرہ معلوم نہیں ہوئی۔ ایکسرے رپورٹ بالکل ٹھیک ہے۔ براہ کرم کوئی مفید علاج بتائیں۔

(محمد شفیق چک ۱۲۸ میاں چنوں

ج: آپ والد صاحب کو کشتہ پوست بیضہ مرغ ایک رتی، آدھ چھٹانک مکھن میں رکھ کر روزانہ صبح کھلائیں اور جوارش زرعونی عنبری ۳/۲ ماشہ صبح شام کھانے کے بعد کھلائیں۔ دو ہفتہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

دمعہ، دردِ سر

س: بندہ کو قریباً تین ماہ سے متواتر دن رات آنکھوں سے لیس دار پانی بہتا ہے۔ نیز ایک ماہ سے متواتر دن رات ہلکا ہلکا سر میں درد ہوتا ہے۔ براہِ کرم مجرب نسخہ تجویز فرمائیں۔

(محمد ادریس کلیار، بہاولپور)

ج: آپ روزانہ صبح اور رات کو اطریفل کشنیزی ۱/۲ ماشہ پانی یا دودھ کے ساتھ کھائیں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔ دو ہفتہ کے مسلسل استعمال سے اگر افاقہ نہ ہو تو ہم سے معجون دمعہ منگوا کر استعمال کریں۔

نزلہ زکام

س: بندہ کو چار سال سے نزلہ زکام کی شکایت ہے۔ ہسپتالوں سے کافی علاج کرا چکا ہوں مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ دوائیں کھا کھا کر تنگ آ چکا ہوں۔ گرمی ہو یا سردی زکام رہتا ہے۔ ناک کی ایک نالی ہمیشہ اور کبھی کبھی دونوں بند ہو جاتی ہیں۔ چھینکیں بھی آتی ہیں۔ نہانے کے بعد یا دھوپ میں چلنے کے بعد نزلہ بہتا ہے۔ کبھی کبھی سر کے ایک جانب درد بھی رہتا ہے، کان بھی بجنے لگتے ہیں اور درد بھی ہونے لگتا ہے۔ خدارا کوئی نسخہ تجویز کریں۔ جس سے کچھ افاقہ ہو۔

(محمد نواز، ریڈر سول جج درجہ اول چلاس۔ نادرن ایریا)

ج: اگر قبض کی شکایت رہتی ہے تو روزانہ رات سوتے وقت اطریفل زمانی ۶ ماشہ گرم دودھ کے ساتھ کھائیں اور صبح ناشتہ کے بعد اطریفل کشنیزی ۱/۲ ماشہ کھائیں نیز صبح و شام نمکین پانی کے غرغرے کریں اور یہ پانی ناک میں بھی چڑھائیں۔ چکنی چیزوں کا استعمال ترک کر دیں۔ سادہ غذا کھائیں۔ چاول، اروی، بھنڈی، بینگن، دال ماش گوبھی وغیرہ سے پرہیز کریں۔ دو ہفتے متواتر علاج کے بعد صورت حال سے